© rasailojaraid.com

مطبوعات شعبۂ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند

پہلی جلد ، مقدمہ ، مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی
دوسری جلد ، عربی ادب ، مرتبہ سید فیاض محمود ، پروفیسر عبدالقیوم ۱۷/-
تیسری جلد ، فارسی ادب ، اول (۱۰۰۰ء-۱۵۲۶ء) مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر ، ڈاکٹر وحید مرزا ۱۶/-
چوتھی جلد ، فارسی ادب ، دوم (۱۵۲۶-۱۷۰۷ء) مرتبہ مقبول بیگ بدخشانی ۳۰/-
پانچویں جلد ، فارسی ادب ، سوم (۱۷۰۷ء-۱۹۷۲ء) مرتبہ سید فیاض محمود ، سید وزیر الحسن عابدی ۲۴/-
چھٹی جلد ، اردو ادب ، اول (ابتدا سے ۱۷۰۷ء تک) مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی ۲۲/-
ساتویں جلد ، اردو ادب ، دوم (۱۷۰۷ء-۱۸۰۳ء) مرتبہ سید وقار عظیم ۱۸/-
آٹھویں جلد ، اردو ادب ، سوم (۱۸۰۳ء-۱۸۵۷ء) مرتبہ سید فیاض محمود ۱۶/-
نویں جلد ، اردو ادب ، چہارم (۱۸۵۷ء - ۱۹۱۴ء) مرتبہ سید فیاض محمود ، ڈاکٹر عبادت بریلوی ۲۳/-
دسویں جلد ، اردو ادب ، پنجم (۱۹۱۴ء - ۱۹۷۲ء) مرتبہ سید فیاض محمود ۲۷/-
گیارھویں جلد ، بنگالی ادب ، اول (۱۱۸۷ء - ۱۸۵۷ء) مرتبہ سید فیاض محمود ۱۸/-
بارھویں جلد ، بنگالی ادب ، دوم (۱۸۵۷ء - ۱۹۷۰ء) مرتبہ سید فیاض محمود ۱۷/-
تیرھویں جلد ، علاقائی ادبیات ، اول (پشتو ، پنجابی ، سندھی) مرتبہ سید فیاض محمود ۲۲/-
چودھویں جلد ، علاقائی ادبیات ، دوم (بلتی سے لے کر براہوئی تک) مرتبہ سید فیاض محمود ۱۸/-
پندرھویں جلد ، اشاریہ جلد اول ، اردو ادبیات
مرتبین : ڈاکٹر عبدالغنی ، رحمٰن ملک ، نادرہ زیدی
سولھویں جلد ، اشاریہ جلد دوم ، بنگالی ادبیات " "
سترھویں جلد ، اشاریہ جلد سوم ، علاقائی ادبیات " "
اٹھارھویں جلد ، اشاریہ جلد چہارم ، فارسی ادبیات " "
انیسویں جلد، اشاریہ جلد پنجم ، عربی ادبیات " "

ملنے کا پتہ : پنجاب یونیورسٹی سیلز ڈپو ، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابوالکلام آزاد

سنہٴ ہجری کا پس منظر اور اہمیت ؟

(محرم الحرام ۱۳۴۶ ہجری)

نئے ہجری سنہٴ کا آغاز

آج جب کہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں ، محرم کی تیرہویں تاریخ ہے ۔ پورے تیرہ دن اس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا اور نیا سال شروع ہو چکا ہے ، لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جس نے غور کیا ہوگا کہ اس سالانہ اختتام و آغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم اور انقلاب انگیز واقعہ کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یاد آوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی واقعہ میں بھی ہمارے لیے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سرچشمگی نہیں تھی، مگر جس واقعہ سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بھی ہماری یادداشت سے دور اور ہمارے دل کی اثر پذیریوں سے مہجور نہیں ہوگیا ہے !

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج

انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کیریکٹر) کا اندازہ اس کے حافظہ کی افتاد سے کر لیا جا سکتا ہے ۔ ایک نیک سیرۃ آدمی کے حافظہ میں غیر ضروری اور بری باتوں کی یادداشت کے لیے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا ۔ برخلاف اس کے ایک بد اخلاق آدمی کو کتنی ہی کارآمد اور اچھی باتیں سنائی جائیں لیکن اس کے حافظہ میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں نکلے گی ۔ وہ صرف بیکار اور بری باتیں یاد رکھ سکتا ہے ۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہے ۔ ان کے ادبار و تنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ جماعتی حافظہ کا مزاج بالکل الٹ جاتا ہے ۔ جو باتیں یاد رکھنی چاہئیں ، وہ اس طرح بھلا دی جاتی ہیں کہ بار بار یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں ، اور جو باتیں بھلا دینی چاہئیں ، وہ صرف یاد رکھی جاتی ہیں ، بلکہ ان کی یاد آوریوں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہے کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں ، کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں ! صدر اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اس حقیقت کی سب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ واضح مثال سامنے آ جائے گی ۔ اس وقت مسلمان اٹھتے بیٹھتے جو باتیں یاد رکھا کرتے تھے ، آج کسی کو ان کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور جو باتیں آج کل کی بے شمار تقریبوں ، تہواروں ، یادگاروں ، اور اجتماعوں کے ذریعہ یاد رکھی جاتی ہیں یہ اس وقت کے کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری ہوں گی ۔ اس وقت ان کا حافظہ صرف وہی چیزیں یاد رکھنی چاہتا تھا ، جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لیے عبرت و موعظت تھی ۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یاد رکھنی چاہتا ہے جن کی یادداشت میں قومی زندگی کے لیے غفلت و اعراض ہے ۔ وہ ان چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے جنھیں یاد رکھنا چاہیے ، ہم ان چیزوں کو بھلا نہیں سکتے جنھیں ہمیشہ کے لیے بھلا دینا چاہیے !

سارت مشرقة و سرت مغرّبا　　شتّان بین مشرق و مغرب !

واقعۂ ہجرۃ

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اس اختتام و آغاز میں پوشیدہ ہے ، ہجرۃ نبوی کا واقعہ ہے ، کیونکہ پہلی محرم سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے اور اس کی بنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہے ۔ ہر سال جب ۳۰ ذوالحج کا دن ختم ہوتا اور پہلی محرم کا چاند طلوع ہوتا ہے ، تو وہ اس عظیم واقعہ کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کر دینی چاہتا ہے ، یہ فی الحقیقت اس واقعہ کی ایک جاری وقائم یادگار ہے !

یہ دنیا کی تمام یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں ہے بلکہ کمزوری کی فتح مندیوں کی یادگار ہے۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار ہے' بے سرو سامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہے ، یہ طاقت اور حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں ہے محکومی و بے چارگی کے ثبات و استقلال کی یادگار ہے ' یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں ہے جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا ' یہ فتح مدینہ کی یادگار ہے جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سرو سامان انسان کی روح ''ہجرۃ'' نے فتح کیا تھا ! تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شان و شوکت ہمیشہ یاد رکھی ہے ۔ لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتھیار کی فتح فراموش کر دی ، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولیں فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ تھیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتح مندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا ، تو اس وقت اسی معنوی فتح مندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی : ثانی اثنین اذ هما فی الغاراذیقول لصاحبه : لا تحزن ، ان اللہ معنا ! فانزل اللہ سکینته علیه وایده بجنودلم تروها، و جعل کلمة الذین کفروا السفلیٰ ، و کلمة اللہ هی العلیا ، واللہ عزیز حکیم ! (۹ : ۴۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تذکار محرم

اسی ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا - یہ حادثہ اس درجہ المناک اور درد انگیز تھا اور اس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی - یہاں تک کہ محرم کے ورود کی تمام یاد آوریاں صرف اسی حادثہ کے تذکرہ و تالم میں محدود ہوگئیں اور دوسرے تمام پہلو یک قلم فراموش کر دیے گئے - اس میں شک نہیں کہ حادثہ کربلا کی المناکیاں اور عبرت انگیزیاں نا قابل فراموش ہیں لیکن ہمارے جماعتی ذہن و فکر کی یہ بہت بڑی غفلت ہوگی اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرہ و اعتبار کے دوسرے پہلو فراموش کر دیے جائیں - یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کے ایک واقعہ کی تذکار ہے ، لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کے تذکار سے کیوں چشم بصیرۃ بند کر لی جائے ؟

سنہ ہجری کی ابتدا

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے - زیادہ مشہور یہودی ، رومی اور ایرانی سنین تھے - عرب جاہلیتہ کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب و کتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی - اوقات و مواسم کی حفاظت اور یادداشت سے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اسی سے وقت کا حساب لگا لیتے - منجملہ سنین جاہلیتہ کے عام الفیل تھا یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال ' عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب و کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا - ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی - صحابہؓ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب لگاتے - ہجرۃ مدینہ کے بعد ہی سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی : اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر (۲۲ : ۳۹) اس لیے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا - لوگ اسے ''سنہ اذان'' سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت میں کام دیتی - اسی طرح سورۂ براۃ کے نزول کے بعد ''سنہ براۃ'' کا بھی بول چال میں رواج رہا - عہد نبوی کا آخری سنہ ''سنۃ الوداع'' تھا - یعنی آنحضرۃ (صلعم) کے آخری حج کا واقعہ جو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہوگیا اور ہجرۃ کے دسویں سال پیش آیا تھا - بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے ' مثلاً سنۃ التمحیص ' سنۃ الترفئہ ' سنۃ الزلزال ، سنۃ الاستئناس - بیرونی نے الاثار الباقیہ میں اس طرح کے دس سنوں کا ذکر کیا گیا ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنحضرة (صلعم) کے وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب و کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوئے اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دے دیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اس وقت تک واقعۂ ہجرت پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیوں کر عمل میں آیا؟ کیوں حضرة عمرؓ اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعۂ ہجرة سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک نظر و فکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ: اس کا یہ ہے کہ:

رفع الی عمر بن الخطاب صک محله شعبان فقال ای شعبان هو؟ اشعبان الذی نحن فيه، اوالاتی؟ ثم جمع وجوه الصحابة فقال ان الاموال قد كثرت و ما قسمنا منها غير موقت، فكيف التوصل الی ما يضبط به ذلک؟ فقالوا يجب ان يعرف ذلک من الفرس فعندها استحضر عمر الهرمزان وساله عن ذلک، فقال ان لنا حسابا نسميه «ماه روز» فعربو الكلمة و قالوا «مورخ» ثم طلبوا وقتاً يجعلونه اولالتاريخ دولة الاسلام، فاتفقوا علی ان يكون المبدء من سنة الهجرة (تاریخ کبیر ذہبی، و تاریخ مصر مقریزی)

''ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا جس میں شعبان کا مہینہ درج تھا۔ حضرة عمر نے کہا شعبان سے مقصود کون سا شعبان ہے؟ اس برس کا یا آیندہ برس کا؟ پھر اپنے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہو جاتا، اس لیے ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہو سکیں۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیے ان کے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرة عمرؓ نے ہرمزان کو بلایا۔ اس نے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے ''ماہ روز'' کہتے ہیں۔ اسی ماہ روز کو عربی میں ''مورخ''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنا لیا گیا - پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لیے جو سنہ اختیار کی جائے، اس کی ابتدا کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرۃ کے برس سے کی جائے - چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا'' -

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے - اس میں ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے - خلاصہ اس کا یہ ہے کہ :

کان عند عمر عامل جاء من الیمن فقال العمرا ما تو رخون تکتبون فی سنة کذا و کذا من شهر کذا کذا ؟ فاراد عمر و الناس ان یکتبوا من مبعث رسول الله صلعم ثم قالوا من عن و فاته، ثم ارادوا ان یکون ذلک من الهجره (تاریخ کبیر ذہبی و مقریزی جلد ۲)

''حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا - اس نے کہا لکھنے پڑھنے میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے - اس طرح کے فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی؟ اس پر حضرۃ عمرؓ اور آور لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا - پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرۃ کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کریں - پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے - لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرۃ سے سنہ کا تقرر ہو -''

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محب طبری نے نقل کی ہے - خلاصہ اس کا یہ ہے کہ :

ان ابا موسی الاشعری کتب الی عمرانه تاتینا منک کتب لیس لها تاریخ و قدکان عمر دون الدوا وین و وضع الاخرجة و احتاج الی تاریخ ولم یحب التاریخات القدیمة فجمع علیه عند ذلک و استشار الناس فاتفقوا علی ان یکون المبدأ من الهجرة (ریاض النضرة)

''ابو موسیٰ اشعری نے حضرۃ عمر کو لکھا کہ آپ کی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمر نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کر دیے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پا گئے تھے، اور اس لیے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لیے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے - پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انھیں اختیار کریں - اب موسیٰ اشعری نے لکھا تو انھیں زیادہ توجہ ہوگئی - صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا - مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرۃ کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے -''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرۃ سعید بن ال[illegible] سے نقل کیا ہے کہ واقعہ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی عل[illegible]لام نے دی تھی ۔ وہ کہتے ہیں کہ :

جمع عمر الناس فسالھم من ای یوم یکتب التاریخ ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم ھاجر رسول اللہ صلعم و ترک مکہ ففعلہ عمر (کتاب الاوائل قلمی و مقریزی طبع ثانی جلد ۲ ، صفحہ ۵٦)

''جب حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا کس دن سے تاریخ کا حساب شرووع کیا جائے ؟ تو حضرت علی نے فرمایا ۔ اس دن سے جس دن آن حضرت نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے'' ۔

یعقوبی نے بھی اسے منجلہ ان امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے ۔ ١٦ھ کے واقعات میں لکھتا ہے :

و فیھا ارخ عمر الکتب و ارادان یکتب التاریخ منذ مولد رسول اللہ ثم قال من المبعث ، فاشار علیہ علی بن ابی طالب ان یکتبہ من الھجرۃ فکتبہ من الھجرۃ (جلد ۲ : ١٦٦)

''اسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لیے ایک تاریخ قرار دے دی جائے ۔ پہلے انھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں ، پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے ، لیکن حضرت علی نے رائے دی کہ ہجرۃ سے شروع کرنا چاہیے''

قومی سنہ کی ضرورت و اہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے :

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے ، یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے ؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں ۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے ، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا ۔ حضرۃ عمر کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے (بلاذری و طبری وغیرہما) ۔ بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اس نے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی ۔ ایرانیوں کے یہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدائش سے شروع ہوتا تھا ۔ بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحابہ کو خیال ہوا انھی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کر لیا جائے، لیکن حضرت عمر اور آور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث رہے اور بعضوں نے اسے اختیار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہیے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب و کتاب کے دفاتر تھے اور حضرت عمر نے بہ اتفاق صحابہ، دفاتر کے لیے وہی زبانیں اختیار کر لی تھی جو بیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کے لیے فارسی، شام کے لیے سریانی اور مصر کے لیے قبطی تھی (مسعودی و بلاذری)۔ ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لیے ایران و شام کی زبانیں اختیار کر لی گئی تھیں تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کر لینا تھا جو ان زبانوں کے حساب و کتاب میں رائج تھا اور اس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے، لیکن حضرت عمر اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ ایران و روم اور مصر کی زبانیں اختیار کر لیں مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا چاہیے، اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

یہ علت تو قطعاً نہیں ہو سکتی کہ صحابہ کرام محض قومی تعصب اور تنگ دلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کارآمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اولاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے۔ ثانیاً اس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔ خود اسی عہد میں حضرۃ عمر نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کیے ہیں اور ان میں جو باتیں کارآمد اور ضروری نظر آئی ہیں بلاتامل اختیار کر لی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا، وہ ایرانیوں، رومیوں اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کراتے اور ان سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم' خراج و محصول کا

۱۔ بیرونی نے یہ تفضیل میمون بن مہران کی روایت کے سلسلہ ہی میں کہی ہے اور اس کے الفاظ روایت مندرجہ متن سے مختلف ہیں۔ چونکہ اس نے کوئی تخریج درج نہیں کی تھی اس لیے حسب اصول فن روایت اس سے اساسی استدلال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے ہم نے اوپر کی روائتوں میں اسے شامل نہیں کیا۔
(الاثار الباقیہ، صفحہ ۳۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعین ، اراضی کی پیمائش اور تشخیص ، خزانہ کا قیام ، حساب و کتاب کے اصول و قواعد اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا ۔ فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے یعنی ورثہ کے اصول و قواعد ، چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے اس لیے حضرۃ عمر نے چاہا اس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لیے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے ۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی مسیحی مدینہ میں طلب کیا گیا تھا ۔ طلبی کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں : ''ابعث لنا بروحی یقیم لنا حساب فرائضنا'' ۔ ایک رومی کو بھیج دو تا کہ ہمارے فرائض کا حساب استوار کر دے (صراط مستقیم ، حافظ ابن تیمیہ) ۔ جب حضرت عمر کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کر لینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب و تاریخ سے ہے ؟ پس یقیناً کوئی دوسری ہی علت ہونی چاہیے جس کی وجہ سے انھوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدون و رائج سنہ چھوڑ دیے اور ایک نیا سنہ از سر نو قائم کیا ۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابہؓ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی دوسرے درجہ کا خیال سما ہی نہیں سکتا تھا ۔ وہ صرف اول درجہ کے خیالات کے لیے تھا ۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلحہ لفظوں میں نہ ادا کر سکتے ہوں ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس صورت میں آج دنیا دیکھ رہی ہے ۔ لیکن ان کی طبیعت کی افتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچ بچار کرتے تھے تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں ، لیکن دماغ جاتا اسی طرف تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہو سکتے ہیں ۔ یہی معنی ہیں انبیاء کرام کے مقام ''تزکیہ'' کے کہ ''و یزکیھم و یعلم الکتاب والحکمہ (۶۲ : ۲'') یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کر دی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے ۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اس میں رکھی جائے گی وہ قبول ہی نہیں کرے گا ، صرف سیدھی اور موزوں چیزیں ہی اس میں سما سکتی ہیں !

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی ۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر استوار ہوتی ہیں ان میں سے ایک ایک اینٹ کے لیے ان کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا ۔ اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں انھیں بیان نہ کر سکیں ۔ جب حضرت عمر نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی ، تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے ، لیکن ان کی طبیعت ان کی طرف مائل نہ ہو سکی ۔ اس لیے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف خودداری کے خلاف تھا بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھو دینی تھی ۔

قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے ۔ جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی ۔ قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے ۔ یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحۂ عالم پر اس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے ۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے ۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی ۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے ۔ آج آگسٹس، بکرماجیت ، جلال الدین ، ملک شاہ ، اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں ، اور ہمارا حافظہ ان سے گردن نہیں موڑ سکتا !

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرت عمر اور صحابہ کے سامنے آتا اور ان کا دماغ غلط فیصلہ کرتا ۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہو جاتی ۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو ۔ نتائج ، تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں ۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کر سکے ۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کر لینے کے ان کا سنہ قبول نہ کر سکے ۔ خود بخود ان کی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ اور ایسا ہونا چاہیے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو انھوں نے اپنے دفتروں کے لیے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی ، ان کے حساب و کتاب کے قواعد قبول کر لیے ، ان کے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا ، لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہو سکے ۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی ، اس لیے ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور اسلام نے جو ذہنیت ان کی پیدا کر دی تھی اسے یہی کرنا تھا !

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ ، متاخرین کی نقاشیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے اپنے اصلی خال و خط کھو چکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ دراصل اسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے، اس لیے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کر سکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دور صحابہؓ کرام کے عہد پر ختم ہو گیا اور اس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، اس دور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا جب صدر اول کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشو و نما پا چکی تھی۔ اس لیے ان مصنفوں نے جب اس عہد کے حالات پر قلم اٹھا، یا تو بجائے اس کے کہ اس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کر کے اس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے ہر گوشہ تک اس معاملہ کے اثرات پہنچے حتیٰ کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لے کر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جا سکتی تو صاف نظر آ جاتا کہ صدر اول کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں اور ان کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پرتو موجود ہے، مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں تو انگلی رکھ کر بتلا سکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صورت میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لیے ہیں؟

بطور مثال کے اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے: امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے ''و لم یجب التاریخات القدیمہ'' یعنی حضرت عمر ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کر رہے تھے مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور یہ معاملہ ان کی نظر میں ایسا تھا جس کے لیے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے، لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کر دیں۔ واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی نئے نئے معنی پہنانے لگے۔

میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا:

علامہؒ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں حضرت عمر اور صحابہ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا (یعنی دورۂ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لیے چند سالوں کے بعد مہینوں سے دنوں میں کمی بیشی، جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کر دی گئی ہے) چونکہ اسلام نے ''نسئی'' سے روکا تھا اور کبیسہ پر ''نسئی'' کا شبہ ہو سکتا تھا اس لیے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا۔ مورخ موصوف کو یہ دور از کار دقیقہ سنجی اس لیے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لیے ان کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لیے ناچار ''نسئی'' کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے ، حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں۔ اول تو یہ ان روایات کے خلاف ہے جو اوپر گزر چکیں، کیونکہ ان میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہے، نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً ''نسئی'' مصطلحہ جاہلیتہ اور ''کبیسہ'' مصطلحہؐ حساب قطعاً دو مختلف چیزیں ہیں۔ جس ''نسئی'' کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا ، وہ یقیناً قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کر دینا تھا کہ کبھی شعبان ، محرم بن جاتا تھا اور کبھی رمضان ، ذوالحج قرار پا جاتا تھا اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال و طاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہو جاتے تھے اور ان کے تقرر و تعین کی اہمیت و مصلحت باقی نہیں رہتی تھی ، لیکن ''کبیسہ'' بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اس کا مقصد دوسرا ہے ، اور اس کے اجراء کے نتائج دوسرے ہیں۔ اس کا کوئی اثر اس طرح کا مرتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اس لئے ہیں کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر رہ جاتی ہے اسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کر دیا جائے تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ بن جائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ ''نسئی'' کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی ''نسئی'' سمجھ لیتے، یا انہیں ''کبیسہ'' پر ''نسئی'' کا شبہ ہو سکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنی ہزارویں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم و سنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور صحابہؓ کرام نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اس لیے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے انہیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کر کے اس کے رواج و قبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ اور کجا یہ معاملہ جو حساب و کتاب کے ایک علمی اصول و قواعد کا معاملہ ہے ! حافظ موصوف نے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیل کرتے ہوئے عہد فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کر دی ۔ اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ و استفادہ جائز نہ ہوتا تو حضرت عمر بے شمار معاملات ہیں ایران و روم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اٹھانا کیوں جائز رکھتے ؟ یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا ۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو روکا اور عدم اتباع و تشبہ پر زور دیا ، مگر وہ باتیں دوسری ہیں ، ان کا محل دوسرا ہے ، مقصد دوسرا ہے اور اثرات دوسرے ہیں ۔ اس معاملہ سے اسے کیا تعلق ؟

واقعہ ہجرت کا اختصاص

اس جملۂ معترضہ نے بہت طول کھینچا ۔ بہرحال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی وہ قومی سنہ کا تقرر اور اس کی اہمیت کا احساس تھا ۔ بغیر کسی دور دراز توجیہہ کے اختیار کیے ، یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ حضرت عمر اور اکابر کی اس پہلو پر نظر تھی ۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لیے قومی سنہ ضروری ہے اور اس لیے چاہیے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے ۔ اندر ہی تیار کیا جائے ۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطۂ نظر ، واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص ہے ۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے کہ سنہ کی ابتدا قرار دینے کے لیے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہو سکتی تھیں ان میں سے کسی چیز کا طرف ان کی نگاہ نہ گئی ۔ ہجرۃ کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سروسامانیوں اور کمزوریوں کا یاد تازہ کرتا تھا اختیار کیا ، آخر اس کی علت کیا تھی ؟

(بہتر ہے کہ یہ مبحث آئندہ مجلس پر ملتوی رکھا جائے ۔ آج کی مجلس مقصد سے زیادہ طولانی ہو چکی ہے ۔ ممکن ہے کہ ایک ہی نشست کی اتنی طوالت بعض طبائع پر شاق گزر رہی ہو ۔)

★ ★ ★

پچھلی تحریر میں یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ حضرۃ عمر اور مجمع صحابہ نے ایک نئے سنہ کی ضرورت اس لیے محسوس کی کہ قومی زندگی کے قیام و تکمیل کے لیے قومی سنہ کی ضرورت تھی اور اسلام کی تعلیم و تربیت نے ان کی قومی ذہنیت کا جو مزاج پیدا کر دیا تھا اس کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اس ضرورت کی کھٹک طبیعتوں میں پیدا ہوتی ۔ لیکن اس کے بعد معاملہ کا سب سے ضروری سوال سامنے آتا ہے : سوال یہ ہے کہ قومی سنہ قرار دینے کے لیے سامنے کی جتنی چیزیں بھی ہو سکتی تھیں ، ان میں سے کوئی چیز جو بہ ظاہر اس غرض کے لیے کوئی مناسبت نہیں رکھتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے سامنے آ گئی اور اس پر سب کا اتفاق ہوگیا - آخر اس کی علت کیا ہے ؟

مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کے لیے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں وہ اسلام کا ظہور تھا - داعی اسلام کی پیدائش تھی ، نزول وحی کی ابتدا تھی ، بدر کی تاریخی فتح تھی ، مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا ، حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل و فتح کا آخری اعلان تھا - لیکن ان تمام واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی اختیار نہیں کیا گیا - ہجرۃ مدینہ کی طرف نظر گئی جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن ہے ، نہ کسی ظہور کی شوکت ، نہ کسی جنگ کی فتح ہے ، نہ کسی غلبہ و تسلط کا شادیانہ ، بلکہ اس زمانہ کی یاد تازہ کرتا ہے جب آغاز اسلام کی بے سرو سامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کے لیے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی نا ممکن ہوگیا تھا - بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن ، اپنا گھر ، اپنے عزیز و اقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر ، صرف ایک رفیق غمگسار کے ساتھ ، رات کی تاریکی میں ، رہسپار دشت غربت ہوا تھا !

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاملات میں قدرتی طور پر دوسری قوموں کے نمونے سامنے آیا کرتے ہیں - حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے بھی یہ نمونے موجود تھے لیکن وہ ان کی تقلید پر آمادہ نہ ہو سکے اور انھوں نے بالکل ایک دوسری ہی راہ اختیار کی -

دنیا کے قومی سنین

قومی سنہ ، دراصل قوم کی پیدایش اور عروج و اقبال کی تاریخ ہوتا ہے - اس کے ذریعہ قومیں اپنی تاریخ کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی واقعہ یاد رکھنا چاہتی ہیں - اس کا دور ہر بارہ مہینے کے بعد ختم ہوتا اور از سر نو شروع ہوتا ہے اور اس طرح سال نو کی مسرتوں کے ساتھ اس کی تاریخی روایات کی شادمانیاں بھی تازہ ہو جاتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جس قدر سنہ رائج ہوئے سب کی بنیاد کسی ایسے واقعہ پر نظر آتی ہے جس سے کسی قومی فتح و اقبال کا آغاز ہوا ہے - چونکہ اس طرح کا آغاز عموماً کسی بڑے انسان کی پیدائش سے ہوا ہے یا کسی بڑے بادشاہ کی تخت نشینی سے ، یا کسی بڑی جنگ کی فتح اور کسی نئی سر زمین کے قبضہ و تسلط سے ، اس لیے دنیا کے اکثر سنوں کی ابتدا مشاہیر و اکابر کی پیدایش اور تخت نشینی ہی سے ہوتی ہے - بیرونی نے آثار الباقیہ نامی کتاب صرف سنین و تواریخ کے موضوع پر لکھی ہے اور اس درجہ سے لکھی ہے کہ آج بھی اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جا سکتی ، وہ دنیا کے تمام سنین کا استقصا کر کے لکھتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بانیان حکومت و مذاہب کی پیدایش، بادشاہوں کی تخت نشینی، انبیا کی بعث، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال اور حوادث عظمیہ ارضیہ سے تواریخ و سنین کی ابتداء کیا کرتے ہیں''۔

قدیم سنوں میں بابلی، یہودی، رومی، مسیحی، ہندوستانی، اور ایرانی سنین سب سے زیادہ مشہور و مستعمل رہے ہیں۔ ان سب کی ابتدا کسی ایسے ہی واقعہ سے ہوتی ہے۔ بابلی سنہ کی بنیاد بخت نصر اول کی پیدایش پر رکھی گئی تھی کیونکہ اس کے ظہور سے بابل کی عظمت کا آغاز ہوا۔ یہودیوں نے پہلے مصر سے خروج کے واقعہ پر سنہ کی بنیاد رکھی تھی کیونکہ اسی واقعہ سے ان کی قومی آزادی کا دور شروع ہوتا تھا پھر جب فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہوگئی تو حضرت سلیمان کی تخت نشینی سے بھی سنہ کا حساب کرنے لگے، پھر ہیکل کی بربادی کے بعد جب دوبارہ تعمیر کا واقعہ ظہور میں آیا تو چونکہ اس سے یہودیوں کے اجتماع و توطن کا نیا دور شروع ہوتا تھا اس لیے اس کی یادآوری کے جذبہ نے تاریخ و سنہ کی صورت اختیار کر لی۔ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور سنہ اسکندری سنہ ہے جو سکندر فاتح کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آگسٹس کی پیدایش سے نیا سنہ شروع ہوا جس کی فتح مندیوں نے رومی عظمت کا نیا دور شروع کر دیا تھا۔ مسیحی سنہ کا تو نام ہی میلادی سنہ ہے یعنی اس کی ابتدا حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدایش کے واقعہ پر رکھی ہے۔

ہندوستان میں جہاں ہر گروہ کے لیے الگ الگ زبان اور الگ الگ پیشہ قرار دیا گیا تھا وہاں مختلف حلقوں کے لیے مختلف سنہ بھی قرار پا گئے تھے۔ جوتشیوں نے اپنے حساب کے لیے خاص جوتشی سنہ قرار دیا تھا۔ عوام اپنی یادداشت کے لیے الگ سنہ رکھتے تھے۔ حکومتوں اور بادشاہوں کے سنہ ان کے لیے مخصوص تھے، مگر ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی ایسے ہی واقعہ پر تھی۔ آخری سنہ جو سب سے زیادہ مشہور ہوا اور آج تک مستعمل ہے، بکرماجیتی سنہ ہے اور یہ راجہ بکرماجیت سے شروع ہوتا ہے۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سنہ رائج ہوئے سب کی ابتداء پیدائش، تخت نشینی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کا واقعہ ہے۔ اس رسم کی کہ ہر بادشاہ پچھلا سنہ منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا نیا سنہ جاری کرے اور اسے سنہ جلوس کہا جائے، ایرانیوں ہی نے بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں اور ایرانیوں میں جب جنگ ہوئی ہے تو ایران کا سرکاری سنہ یزدگرد آخری فرماں روائے ایران کا سنہ جلوس تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرۃ عمر کا تردد

ان روایات سے جو پچھلی تحریریں درج ہو چکی ہے ، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو بھی ابتدا میں یہی خیال ہوا تھا کہ آں حضرت (صلعم) کی پیدایش یا بعثت کے وقت سے سنہ کی ابتداء کی جائے ۔ سعید بن مسیب اور یعقوبی کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی سے مشورہ کیا تو ان کی رائے یہ ہوئی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہیے ۔ یہ بات آپ کے دل میں اتر گئی اور صحابہ بھی اس سے متفق ہو گئے ۔ ابن سہران کی روایت میں ہے کہ مبدء تاریخ کے بارے میں حسب معمول صحابہ سے مشورہ کیا تھا ، مختلف رائیں لوگوں نے دیں ۔ بالآخر سب اس پر متفق ہوگئے کہ واقعۂ ہجرۃ سے ابتدا کی جائے: فاتفقوا علی ان یکون المبدء من الھجرۃ ۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر اچھی طرح غور و فکر کیا گیا تھا اور ہر طرح کی رائیں ظاہر ہوئی تھیں ۔ چونکہ سامنے کی صاف بات یہی تھی کہ آنحضرت کی ولادت یا بعثت سے تاریخ شروع کی جائے جو ظہور اسلام کی اصلی بنیاد ہے ، اس لیے حضرت عمر کا خیال ابتدا میں اسی طرف گیا ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کوئی بات اس میں ایسی تھی کہ آپ کی طبیعت کو اس پر انشراح نہیں ہوتا تھا ، متردد تھے، بات قرینہ کی تھی لیکن دل میں بیٹھتی نہ تھی ۔ بالآخر مزید مشورہ کیا اور حضرت علی علیہ السلام نے رائے دی کہ واقعۂ ہجرت سے ابتدا کرنی چاہیے ۔ یہ رائے اتنی بہتر اور جچی تلی تھی کہ فوراً حضرت عمر کے دل میں اتر گئی اور تمام اکابر صحابہ بھی اس پر متفق ہوگئے ۔ گویا ایک بھولی ہوئی بات تھی جو سب کے حافظہ میں تازہ ہوگئی ۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ واقعہ ہجرۃ کی وہ کون سی مناسبت تھی جس نے حضرت علی کو (کہ مدینہ نبوت کے باب اور حکمت و سنتہ رسالت کے محرم اسرار تھے) اس طرف توجہ دلائی ؟ اور پھر وہ کون سی ایسی مشہور و معلوم خصوصیت تھی جس کی وجہ سے اتنی دور کی بات تمام اکابر صحابہ کے فہم میں فوراً در آئی اور اس طرح تسلیم کر لی گئی جیسے ایک مسلم اور طے شدہ بات ہو ؟

واقعۂ ہجرۃ صحابہ کے نظر میں

ہاں ، آج ہمارے لیے (کہ اسلام کے صدر اول کا دماغ اور روح دونوں کھو چکے ہیں) یہ بات کتنی ہی تعجب انگیز ہو مگر صحابۂ کرام کے لیے جو اسلام کے بخشے ہوئے دل اور اس کے بنائے ہوئے دماغ ، دونوں کے مالک تھے ، یہ بات اتنی صاف، اتنی کھلی ہوئی اور اس طرح جانی بوجھی ہوئی تھی کہ اس کی طرف صرف ایک اشارہ کر دینا ہی کافی تھا ۔ داعی اسلام کے تزکیہ و تربیت اور درس کتاب و حکمت نے ان کے اندر ایک ایسا صالح مزاج پیدا کر دیا تھا کہ کوئی بات خواہ کتنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی سامنے کی اور مقبول و معمول کیوں نہ ہو لیکن اگر حقیقت اور دانائی کی گہرائیوں سے ذرا بھی ہٹی ہوئی ہوتی تھی تو فوراً ان کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی اور پھر جمتی تھی تو اسی وقت جب اصلی اور کامل چیز سامنے آ جاتی تھی۔ تم ان لوگوں کی نیکیاں اور پاکیاں ہمیشہ یاد رکھتے ہو، لیکن تم نے ان کے علم و دانائی کی گہرائیاں بھلا دی ہیں، حالانکہ صرف ان کے دل ہی زیادہ نیک نہ تھے بلکہ ان کی دانائی و حکمت بھی سب سے زیادہ گہری تھی۔ جیسا کہ خود انھی میں سے ایک حقیقت شناس انسان نے کہا تھا: اولائک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کانوا افضل ھذہ الامۃ و ابرھا قلوباً، و اعمقھا علماً، و اقلھا تکلفھا، اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولا قامۃ دینہ (عن عبداللہ ابن مسعود، رواہ الداری)

اس بارے میں قوموں کا طریقہ ان کے سامنے آیا اور خود انھیں بھی یہ بات صاف دکھائی دی کہ داعی اسلام کی پیدائش یا بعثت کو اپنی قومی تاریخ کی بنیاد ٹھہرائیں، لیکن چونکہ یہ بات اس معیار نظر سے ہٹی ہوئی تھی جو اس طرح کے معاملات میں اسلام نے قائم کیا تھا، اس لیے نہایت واضح اور نمایاں ہونے پر بھی ان کی طبیعت کو مطمئن نہ کر سکی۔ وہ محسوس کرنے لگے کہ کوئی دوسری بات ہونی چاہیے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ ہجرت مدینہ کا واقعہ۔ جوں ہی یہ بات سامنے آئی، سب کے دلوں نے قبول کر لی۔ تاریخ کا یہ مبداء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا۔ صرف خلاف ہی نہ تھا بلکہ صریح الٹا تھا۔ دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کرتی ہیں انھوں نے بیچارگی و درماندگی کے واقعہ سے اپنی تاریخ شروع کی۔ دنیا کی تمام قوموں نے چاہا اپنے ظہور کی سب سے بڑی فتح یاد رکھیں۔ دنیا کی تمام قوموں کا فیصلہ یہ تھا کہ ان کی قومی تاریخ اس وقت سے شروع ہوئی، جب ان کی تاریخ کا سب سے بڑا انسان پیدا ہوا اور اس نے جنگ و قتال کے میدانوں میں فتح حاصل کی۔ لیکن ان کا فیصلہ یہ تھا کہ قومی تاریخ کی ابتدا اس دن سے ہوئی، جب بڑے انسان کی نہیں بلکہ سب سے بڑے عمل کی پیدایش ہوئی اور جنگ کے میدانوں میں نہیں بلکہ صبر و استقامت کے میدانوں میں فتح حاصل ہوئی۔ دنیا کی تمام قوموں کا یقین تھا کہ ان کی طاقت و شوکت کی بنیاد اس وقت پڑی جب انھوں نے ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کا یقین یہ تھا کہ طاقت و شوکت کا دروازہ اس دن کھلا جب ملکوں پر انھوں نے قبضہ نہیں کیا بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلاشبہ ان کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے الٹی سمجھ تھی، لیکن اس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے ان کے اندر پیدا کر دی تھی، وہ اپنی اجتماعی زندگی کی تعمیر قوموں کی تقلید سے نہیں بلکہ اسلام کی روح فکر و عمل سے کرنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہتے تھے ۔

مصیبت یہ ہے کہ دنیا معنی سے زیادہ لفظ کی اور روح سے زیادہ جسم کی پرستار ہے ۔ وہ پھل ڈھونڈتی ہے لیکن تخم کی جستجو نہیں کرتی ، وہ منارۂ محراب کی بلندیاں اور خوشنمائیاں دیکھتی ہے لیکن زیر زمین بنیادوں کے لیے نگاہ نہیں رکھتی ، صحابہ کرام نے جب پیدائش و بعثت کے واقعات عظیمہ ترک کر کے ہجرۃ کا واقعہ انتخاب کیا تو ان کی نظر بھی پیدائش و ظہور ، فتح و اقبال اور جشن و کامرانی ہی پر تھی وہ کچھ نا کامی و نامرادی کے طلب گار نہ تھے ۔ البتہ وہ فتح و اقبال کی صورت اور برگ و بار نہیں دیکھتے تھے ، حقیقت اور تخم و اساس پر نظر رکھتے تھے ۔ ان پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش و ظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد ان واقعات میں نہیں جو بظاہر نظر آتے ہیں ، ہجرت مدینہ اور اس کے اعمال و حقائق میں ہے ۔ اس لیے جو اہمیت دنیا کی نگاہیں پیدائش ، بعیثت ، بدر اور فتح مکہ کو دیتی تھیں وہ ان کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی ۔

ہجرۃ نبوی کی حقیقت

لیکن واقعۂ ہجرۃ کیا تھا ؟ وہ ایک ہی واقعہ نہ تھا بے شمار اعمال و وقائع کا مجموعہ تھا ۔ ایک لمحہ کے لیے اس کی حقیقت پر بھی غور کر لینا چاہیے ۔

اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی عہدوں میں منقسم ہے ؛ ایک عہد ، مکہ کی زندگی اور اعمال کا ہے ، دوسرا ، مدینہ کے قیام اور اعمال کا ۔ پہلا آنحضرت (صلعم) کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرۃ پر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس کی ابتدا غار حراء کے اعتکاف سے ہوتی ہے اور تکمیل غار ثور کے انزوا پر ۔ دوسرا ہجرۃ سے شروع ہوتا ہے اور حجۃ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس کی ابتدا مدینہ کی فتح سے ہوئی اور تکمیل مکہ کی فتح پر ۔

دنیا کی نظروں میں اسلام کے ظہور و اقبال کا اصلی دور ، دوسرا دور تھا ۔ کیونکہ اسی دور میں اسلام کی پہلی غربت ختم ہوئی اور ظاہری طاقت و حشمت کا سروسامان شروع ہوا ۔ بدر کی جنگی فتح ہتھیاروں کی پہلی فتح تھی ۔ مکہ کی فتح ، عرب کی فتح کا اعلان عام تھا ۔ لیکن خود اسلام کی نظروں میں اس کی زندگی کا اصلی دور ، دوسرا نہیں پہلا تھا ۔ وہ دیکھتا تھا کہ اس کی ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے میں نہیں پہلے دور میں استوار ہوئی ہیں ۔ بلاشبہ بدر کے ہتھیاروں نے اپنی غیر مسخر طاقت کا دنیا میں اعلان کر دیا لیکن جو ہاتھ ان ہتھیاروں کے قبضوں پر جمے تھے ، ان کی طاقتیں کس میدان میں تیار ہوئی تھیں ؟ بلاشبہ مکہ کی فتح عرب کی فیصلہ کن فتح تھی لیکن اگر مدینہ کی فتح ظہور میں نہ آتی تو مکہ کی فتح کی راہ کیوں کر کھلتی ؟ یہ سچ ہے کہ مکہ ہتھیاروں سے فتح ہوا ، لیکن مدینہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہتھاروں سے نہیں بلکہ ہجرت نور اُس کے دور کے اعمال سے فتح ہوا تھا۔ پس دوسرے دور میں جسم کتنا ہی طاقتور ہوگیا ہو لیکن اس کی روح پہلے ہی دور میں ڈھونڈھنی چاہیے!

پہلا دور ختم تھا دوسرا اس کے برگ و بار تھے، پہلا دور بنیاد تھی دوسرا ستون و محراب تھا، پہلا نشوونما کا عہد تھا دوسرا ظہور وانفجار کا، پہلا معنی و حقیقت تھا دوسرا صورت و اظہار، پہلا روح تھا دوسرا جسم، پہلے نے پیدا کیا درست کیا اور مستعد کر دیا، دوسرے نے قدم اٹھایا، آگے بڑھا اور فتح و تسخیر کا اعلان کر دیا۔ دوسرے کا ظہور کتنا ہی شاندار ہو لیکن اولین بنیاد و استعداد کی عظمت پہلے ہی کو حاصل ہے!

استعداد داخلی و خارجی

وجود اور زندگی کے ہر گوشہ کے لیے خدا کا قانون وجود ایک ہی ہے۔ تم اس کے کتنے ہی مختلف نام رکھ دو مگر وہ خود ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ایک لمحہ کے لیے ٹھہرو اور غور کرو کہ تخلیق و تکمیل وجود کے لیے خدا کا قانون حیات کیا ہے؟

فرد کی طرح جماعت کا بھی وجود ہے۔ عالم صورت کی طرح عالم معنوی بھی اپنی ہستی رکھتا ہے، لیکن کوئی چیز ہو تخلیق و تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ یکے بعد دیگرے دو مختلف دروں سے گزرے۔ پہلا دور "استعداد داخلی" کا ہے دوسرا "استعداد خارجی" کا۔ ضروری ہے کہ پہلے اندر کی استعداد وجود میں آئے، اور ضروری ہے کہ اندر کی استعداد کی تکمیل کے ساتھ ہی باہر کی استعداد بھی اس کے اندر پیدا ہو جائے۔

اس حقیقت کی وضاحت کے لیے مثال کی ضرورت ہے۔ خدا کی رحمت و ربوبیت نے تمام کائنات ہستی کو بخشش کا خزانہ اور فیضان عام کی بارش بنا رکھا ہے۔ زندگی اور وجود کے لیے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے اُن میں سے ہر چیز موجود ہے اور اُس کی موجودگی صرف اس لیے ہے تاکہ استعداد کو ڈھونڈے، صلاحیت کو پا لے اور انفعال کو فعل سے اور انجذاب کو جذب سے مالا مال کر دے۔ سورج روز آسمان پر چمکتا ہے، ستارے ہمیشہ زمین کی طرف جھانکتے ہیں، ہوائیں یکساں گرمجوشی سے چلتی ہیں، بادلوں کی رفتار میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی، سورج کی کرنیں سمندروں کو کھینچنے اور پانی میں ذخیرے جمع کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتیں، زمین کی سطح اپنے سارے خزانے لیے ہوئے موجود ہے، خاک کے ذروں میں سے ہر ذرہ اپنا خاصہ اور اپنی تاثیر رکھتا ہے، موسموں کی تبدیلی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیل و نہار کی گردش بھی اپنے مقصد اور حکمت سے باہر نہیں ۔ یہ اور اسی طرح کی تمام ان گنت اور بیحد و حساب چیزیں :

وَ اِن تعدوا نعمة الله لا تحصوها (۱۴ : ۳۴)

اور اگر تم خدا کی نعمتیں اور بخشائشیں کرنی چاہو تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی تمہارا اندازہ احاطہ نہیں کر سکتا !

قوتوں کا خزانہ اور بخشایشوں اور ربوبیتوں کا فیضان عام ہے اور اپنی مجموعی صورت میں کائنات ہستی کی وہ «خارجی استعداد» ہے جو وجود کے لیے خلق و تسویہ کا سامان مہیا کرتی اور ہمیشہ اُس کے انتظار میں چشم براہ رہتی ہے ؛ لیکن خارج کی اس استعداد سے صرف وہی اشیاء فائدہ اٹھا سکتی اور اپنے حصہ کی بخشش پا سکتی ہیں جن کے اندر خود اُن کے ''اندر کی استعداد'' وجود میں آ گئی ہے ۔ یہ اندرونی استعداد باہر کے کارخانۂ استعداد کی تاثیر کے لیے بہ منزلۂ انفعال ہے ۔ جب تک انفعال کا لب سوال وا نہ ہوگا ، فعل و تاثیر کا جواب فیضان حرکت میں نہیں آ سکتا !

دہقان ایک بیج اٹھاتا ہے اور زمین کے حوالے کر دیتا ہے ۔ اب دیکھو ، اس ایک بیج کے بار آور ہونے کے لیے قدرت الٰہی نے کس طرح اپنا تمام کارخانۂ ہستی مہیا کر دیا ہے ؟ سورج منتظر ہے کہ اپنی گرمی اس کے لیے وقف کر دے ، بادل طیار ہیں کہ اپنے ذخیروں کا منہ کھول دیں ۔ زمین مستعد ہے کہ اپنیِ آغوش اُس کے لیے وا کر دے ؛ لیکن اس تمام کارخانۂ بخشش سے وہ جبھی فائدہ اٹھا سکتا ہے جب کہ خود اُس کے اندر کی استعداد صحیح و صالح ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر یہ تمام کارخانۂ بخشش و نوال اُس کے لیے بیکار ہوگا ۔ سورج اپنا دہکتا ہوا تنور رکھنے پر بھی اسے گرم نہ کر سکے گا ، بادل اگر اپنا تمام ذخیرۂ آب ختم کر ڈالے ، جب بھی اُسے زندگی کی رطوبت کا ایک قطرہ نہیں ملے گا !

پھر ایک صالح بیج جب زمین میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے تو اُس کے اندر کی استعداد ظاہر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر پکنے اور بڑھنے لگتی ہے ۔ اُس وقت وہ ایک چھوٹا سا وجود ہوتا ہے جس کے اندر باریک ذروں اور ریشوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی لیکن انہیں ذروں اور ریشوں کے اندر اُس کی آنے والی ہستی کی ساری بڑائیاں اور عظمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ۔ حتیٰ کہ کہا جا سکتا ہے ایک عظیم اور تناور درخت کی ساری ٹہنیاں اور پتے اور اس کے ہزاروں پھول اور پھل انہیں ذروں اور باریک ریشوں کے اندر موجود ہوتے ہیں ۔ وہ بتدریج نشو و نما پاتا ہے اور یکے بعد دیگرے تخلیق و تسویہ کے مختلف درجوں سے گزرتا ہے ۔ پھر جب یہ سب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ ہو چکتا ہے، تو وہ وقت آ جاتا ہے جب زمین کی سطح چاک ہوتی ہے اور اُس کی پہلی شاخ باہر نکلتی ہے۔ چنانچہ وہ اُبھرتا ہے اور کائنات فطرۃ کے جس کارخانۂ فیضان سے زمین کے اندر اکتساب فیض کر رہا تھا اب اُس سے زمین کی سطح پر بخشش ونوال حاصل کرنے لگتا ہے۔ اُس وقت تم دیکھتے ہو کہ عالم نباتات کا یہ جوان نوخاستہ سرو قد کھڑا ہے اور کارخانۂ فطرۃ کے ہر سامان سے زندگی اور قوت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب تم اُس کی ہستی کا اعتراف کرتے ہو لیکن تم بھول جاتے ہو کہ باہر کی استعداد اُس کے لیے جو کچھ بہم پہنچا رہی ہے یہ دراصل اُسی استعداد کا جواب اور نتیجہ ہے جو زمین کے اندر اُس کی داخلی طبیعت نے پیدا کر لی تھی!

عالم حیوانات میں دیکھو تو یہ حقیقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ حیوان اور انسان کا جو وجود عالم ہستی میں قدم رکھتا ہے، اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی منزلیں طے کرتا ہے، دراصل یہ وہی وجود ہے جو پہلے خود اپنی ہستی کے اندر تخلیق و تکمیل کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ اگر اُس کی داخلی استعداد کا دور صحت اور قوت کے ساتھ ختم نہ ہوتا تو اس کی خارجی استعداد کا یہ دور وجود ہی میں نہ آتا۔ وہ پہلے شکم مادر میں جنین کا ابتدائی مادہ تھا۔ پھر اندر ہی اندر بڑھنے اور پھیلنے لگا، بہ تدریج تخلیق و تسویہ کی مختلف منزلیں وجود میں آئیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے جنھوں نے ایک جونک کی سی شکل اختیار کر لی، پھر یہ جونک بڑھتے بڑھتے گوشت کا ایک لتھڑا بن گئی۔ لتھڑے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا اور ڈھانچے پر گوشت پوست کا غلاف چڑھ گیا، پھر گوشت اور ہڈیوں کا یہی مجموعہ نظم و تناسب کے ایک ایسے سانچے میں ڈھل گیا کہ شکل و ہیئتہ کی تمام باریکیاں اور خال و خط کی ساری دلاویزیاں مکمل ہوگئیں۔ پھر جب اندر ہی اندر تکمیل و تسویہ کے یہ تمام مراتب طے ہوگئے، تو یہ وجود اس قابل ہوا کہ شکم مادر سے باہر قدم نکالے اور تم نے دیکھا کہ خلقت اور ہستی کا ایک زندہ اور مستعد وجود تمہارے سامنے ہے:

ثم انشاناہ خلقاً آخر، فتبارک اللہ احسن الخالقین! (۲۳ : ۱۴)

بہرحال دنیا میں ہر چیز کی تخلیق و تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ اس میں کارخانۂ فیضان فطرۃ سے اکتساب فیض کی صحیح استعداد پیدا ہو اور اس استعداد کے ظہور کا پہلا محل اندرونی ہے دوسرا بیرونی۔ جب تک کوئی چیز اپنے اس پہلے دور میں صحیح استعداد پیدا نہیں کر لے گی دوسرے دور کی استعداد پیدا نہیں کر سکتی۔ خارج کے نشو و نما کے لیے داخل کا نشو و نما، بمنزلۂ سبب و علت ہے۔ جب تک سبب موجود نہ ہوگا، نتائج ظہور میں نہیں آئیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جماعت کی داخلی استعداد

فرد اور جماعت دونوں کا ایک ہی حال ہے - یہ افراد و اشیاء کی مثالیں تھیں - انھی کو جماعتوں اور قوموں پر بھی منطبق کرو - اشیاء و افراد کی طرح ''جماعت'' بھی پیدا ہوا کرتی ہے - اس کی تخلیق ، نشو و نما اور ترقی و تکمیل کے لیے بعینہ وہی قوانین ہیں جو اشیاء و افراد کے لیے ہیں - جس طرح فطرۃ الٰہی کی ربوبیت نے مخلوقات کی زندگی اور نشو و نما کے لیے اپنی بخشایشوں کے بادل زمین پر پھیلا دیے ہیں - ہر شے زندگی دینے والی ہر شے پرورش کرنے والی ، اور ہر شے وجود و کمال تک لیجانے والی ہے ، ٹھیک اسی طرح ''جماعت'' اور ''اُمت'' کے ظہور و نشوء کے لیے بھی ہر طرح کی بخشائشوں اور ہر طرح کی فیض رسانیوں کا سامان مہیا کر دیا ہے - ربوبیت اس کے ظہور کا انتظار کرتی اور بخایش فطرۃ اس کے قدم اٹھانے کی راہ تکتی ہے - لیکن جس طرح افراد و اشیاء کے لیے فطرۃ کا تمام سامان فیض صرف اسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جب کہ خود ان کے اندر صحیح و صالح استعداد موجود ہو - اسی طرح ''جماعت'' کا مولود بھی وقت کے فیضان اور قومی و مرزبومی ماحول کی بخشایشوں سے اسی حالت میں فائدہ اٹھا سکتا ہے جب کہ خود اس کے اندر اکتساب و انفعال کی صحیح استعداد موجود ہو - پھر جس طرح اس استعداد کی تکمیل کے پہلا مرحلہ داخلی ہے دوسرا خارجی ، اسی طرح جماعتوں اور قوموں کی مزاجی استعداد کے لیے بھی پہلا مرحلہ داخلی ہے دوسرا خارجی - کوئی جماعت ، کوئی قوم ، انسان کی کوئی ہیئت اجتماعیہ ، کش مکش حیات کی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتی ، اگر پہلے ایک تخم اور جنین کی طرح اپنی داخلی استعداد کی منزل طے نہیں کر لیتی - اس کی داخلی تخلیق و تکمیل کا بھی ایک معین وقت اور وقت کی معین مقدار ہے - اگر ایک جماعت وجود و کمال کا پورا درجہ حاصل کرنا چاہتی ہے تو ناگزیر ہے کہ پہلے داخلی استعداد کی تکمیل کا وقت بسر کر لے ، اس کے بعد خارج کے اعمال و فتوح کا دروازہ خود بخود اس پر کھل جائے گا ، کیونکہ خارج کی تمام کامرانیاں اس کی داخلی استعداد کی تکمیل کا نتیجہ و ثمرہ ہوتی ہیں -

جس طرح اشیاء و افراد کے جسم کی داخلی استعداد کا دار و مدار ان کے اندر ہی اندر نشو و نما پانے اور اندر ہی اندر پکنے پر ہے ، اسی طرح فرد اور جماعت کی دماغی اور اخلاقی استعداد کا دار و مدار ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت پر ہے جسے قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں ''تزکیہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے - ''تزکیۂ اخلاق و نفس'' سے مقصود یہ ہے کہ ایک جماعت کو بہ حیثیت ایک جماعت کے جس طرح کے ذہن و مزاج کی ضرورت ہے وہ اس کے ایک ایک فرد کے اندر پیدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر دیا جائے اور اس رسوخ و نفوذ کے ساتھ پیدا کر دیا جائے ، گویا ایک آہنی کالبد لیکر ان میں سے ہر فرد کا دل و دماغ اُس میں ڈھال دیا گیا ہے - جس طرح عالم اجسام میں جسم کی بہتر خلقت اور بہتر نشو و نما ، طاقت و برتری کا موجب ہوتی ہے ، اُسی طرح قوموں اور جماعتوں کے لیے اُن کے افراد کا اخلاق اور اخلاق کی بہتر قسم اور بہتر نشو و نما جماعتی طاقت اور برتری کا باعث ہوتی ہے - یہی اخلاق ''جماعت'' کی زندگی کی اصلی استعداد ہے - اسی استعداد سے وہ سب کچھ پاتی ہیں اور بغیر اس استعداد کے کچھ بھی نہیں کر سکتیں - تزکیۂ نفوس کا عمل یہی استعداد پیدا کرتا ہے - اسی کی تولید و تکمیل ، جماعتوں اور قوموں کی ''داخلی'' استعداد'' ہے -

''جماعت'' کی داخلی استعداد کے لیے جس ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے ، وہ اگرچہ فرداً فرداً ہر فرد جماعت سے تعلق رکھتی ہے لیکن اُس کا سارا زور ''جماعتی ذہن و اخلاق'' کی طرف ہوتا ہے - یعنی وہ جماعت کے لیے ذہن و اخلاق کا ایک خاص مزاج پیدا کر دینا چاہتی ہے - چونکہ یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا جب تک جماعت کا ہر فرد اپنا انفرای ذہن و اخلاق معدوم کر کے جماعتی مزاج پیدا نہ کر لے ، اس لیے وہ ذہن و عمل کا ایک خاص سانچا ڈھال لیتی ہے اور پھر تمام افراد کا ذہن و اخلاق اسی میں ڈھالنا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی خصوصیات ایک ہی انداز اور روش کی ہو جاتی ہیں اور اپنے بیشمار انفرادی اختلافات رکھنے پر بھی ذہن و اخلاق کی طبیعت میں یک قلم تماثل اور تشابہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اُن کی خواہشیں یکساں نہیں ہو سکتیں اور یکساں نہیں ہوتیں، اُن کی طبیعتوں کی عام روش ایک طرح نہیں ہو سکتی اور ایک طرح کی نہیں ہوتی ، وہ اپنی سمجھ میں اپنی رائے میں ، اپنی زندگی و معیشت کے تمام معاملات میں ایک نہیں ہو جا سکتے اور ایک نہیں ہو جاتے لیکن وہ ذہن و عمل کی اُن ساری باتوں میں جو جماعتی زندگی کی بنیادیں اور اخلاق و سیرۃ کی فضیلت کا معیار ہیں اس طرح یکساں اور ایک نگاہ و عمل ہو جاتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے سب کے اندر ایک ہی دماغ کام کر رہا ہے اور سب کے اندر ایک ہی روح بول رہی ہے -

یہ موقعہ نہیں ہے کہ اطناب سے کام لیا جائے ، ورنہ ضرورت تھی کہ ان اخلاق و خصائص میں سے ایک ایک چیز کی شرح و تفصیل کی جاتی ، اور واضح کیا جاتا کہ قرآن و سنتہ نے جماعتی طبیعت کے کیا کیا بنیادی اوصاف بتلائے ہیں ، اور اس کی داخلی استعداد کے ارکان و مبانی کیا کیا ہیں ؟

بہرحال اشیاء افراد کی طرح جماعات و اقوام میں بھی زندگی کی اصلی سرچشمگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی داخلی استعداد میں پنہاں ہوتی ہے نہ کہ خارجی اعمال میں ؛ کیونکہ خارج کے اعمال اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ داخلی استعداد کے لازمی نتائج و ثمرات ہیں ۔

پہلا دور داخلی استعداد کا دور تھا

ظہور اسلام کا پہلا دور جو بعثت سے شروع ہو کر ہجرۃ پر ختم ہوا اور جس کا نقطہ تکمیل ہجرۃ کا معاملہ تھا ، دراصل جماعت کی داخلی استعداد کا دور تھا ۔ اور اس لیے ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں اور کامرانیوں کا مبدء بھی دور تھا ، نہ کہ مدنی زندگی کا دوسرا دور۔ بلاشبہ دنیا کی ظاہربیں نگاہوں میں یہ دور مصیبتوں کا دور اور بے چارگیوں اور درماندگیوں کا تسلسل تھا لیکن باطن امت مسلمہ کی ہر آنے والی فتحمندی اسی کی مصیبتوں اور کلفتوں کے اندر نشوونما پا رہی تھی ۔ یہی مصیبتیں تھیں جو ''جماعت'' کے ذہن و اخلاق کے لیے تعلیم و تربیت کا مدرسہ اور تزکیۂ نفوس و ارواح کا امتحان گاہ تھیں ۔ بدر کے فتح مند اسی کے اندر سبق لے رہے تھے ، فتح مکہ کے کامران اسی کے اندر بن اور ڈھل رہے تھے ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یرموک اور قادسیہ کی پیدایش بھی اسی کی آزمایشوں اور خود فروشیوں میں ہو رہی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحۂ جنگ سے کرنا پڑا تھا لیکن نفس و اخلاق کے تزکیۂ و تربیت کا جو جہاد اس پہلے دور میں ہو رہا تھا ، اسے ''جہاد کبیر'' سے تعبیر کیا ۔ کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا : فلا تطع الکافرین و جاھدھم بہ جھاداً کبیرا (۲۵ : ۵۲)

بالاتفاق سورۂ فرقان مکی ہے ۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا ۔ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا اور انھی اوصاف میں جماعت کی داخلی استعداد کی اصلی بنیادیں تھیں ۔

ہجرۃ تکمیل کار کا اعلان تھی

ہجرۃ کا واقعہ اس دور کی مصیبتوں کی انتہا تھا ، اس لیے اس کی برکتوں اور سعادتوں کی بھی آخری تکمیل تھا ۔ صحابہ کرام اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے ۔ اور کیونکر بے خبر ہو سکتے تھے جبکہ ان کی دماغی تربیت کی اصلی روح اسی معاملہ میں مضمر تھی ؟ پس جب یہ سوال سامنے آیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا کس واقعہ سے کی جائے ؟ تو انھیں کسی ایسے واقعہ کی جستجو ہوئی جو امت کے قیام و اقبال کا اصلی سرچشمہ ہو ۔ آنحضرۃ کی پیدایش کا واقعہ یقیناً سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن اس کے تذکار میں شخصیت سامنے آتی تھی شخصیت کا عمل سامنے نہیں آتا تھا ۔ بعثت کا واقعہ بھی سب سے بڑا واقعہ تھا لیکن وہ معاملہ کی ابتدا تھی ، انتہا و تکمیل نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی - بدر کی جنگ اور مکہ کی فتح ، عظیم واقعات تھے لیکن وہ اسلام کی فتح و اقبال کی بنیاد نہ تھے - کسی دوسری بنیاد کے نتائج و ثمرات تھے - یہ تمام واقعات ان کے سامنے آئے ، لیکن ان میں سے کسی پر بھی طبیعتیں مطمئن نہ ہو سکیں -

بالاخر جب ہجرۃ کا واقعہ سامنے آ گیا ، تو سب کے دلوں نے قبول کر لیا ، کیونکہ انھیں یاد آ گیا اسلام کے ظہور و عروج کا مبداء حقیقی اسی واقعہ میں پوشیدہ ہے — اور اس لیے یہی واقعہ ہے جسے اسلامی تاریخ کا مبدء بننا چاہیے -

ہجرۃ مدینہ کی فتح تھی

اور پھر یہ حقیقت کس درجہ واضح ہو جاتی ہے جب اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ظہور اسلام کی تمام فتح مندیوں میں سب سے پہلی فتح مدینہ کی فتح تھی اور اس کی تکمیل ہجرۃ ہی کے واقعہ سے ہوئی - تمھیں مدینہ کے ساتھ ''فتح'' کا لفظ سن کر تعجب ہوا ہوگا کیونکہ تم صرف اسی فتح کے شناسا ہو جو جنگ کے میدانوں میں حاصل کی جاتی ہے لیکن تمھیں معلوم نہیں کہ میدان جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیوں اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہے ، اور اسی فتح سے میدان جنگ ، جنگ کی فتح مندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں - عین اس وقت جبکہ اسلام کا داعی اپنے وطن اور اہل وطن کی شقاوتوں سے مایوس ہو گیا تھا باشندگان یثرب کی ایک جماعت پہنچتی ہے اور رات کی تاریکی میں پوشیدہ ہو کر اپنی روح کا ایمان اور دل کی اطاعت پیش کرتی ہے - اس وقت دنیوی جاہ و جلال کا نام و نشان نہیں ہوتا ، سیف و سناں کی ہیبت و جبروت کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا - سرتاسر غربت اولیا کی بے سرو سامانیاں اور عہد مصائب و محن کی درماندگیاں ہوتی ہیں - بایں ہمہ یثرب کی پوری آبادی اس کے سامنے جھک جاتی ہے اور ایمان کے ایسے جوش اور عشق و اطاعت کی ایسی خود فروشیوں کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے طیار ہو جاتی ہے جو تاریخ عالم کے کسی بڑے سے بڑے فاتح اور شہنشاہ کو بھی میسر نہ آئی ہوگی - قیس بن صرمہ انصاری نے کیسے سچے اور دلنشیں لفظوں میں اہل مدینہ کے جوش و خروش ایمانی کی تصویر کھینچی ہے ؟ و کان عبداللہ ابن عباس یختلف الیہ و یتحفظ منہ ھذہ الابیات :

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ	یذکر لو یلقی حبیباً مواتیا
و یعرض فی اھل المواسم نفسہ	فلم یر من یؤدی و لم یرداعیا
فلما اتانا و استقرت بہ النوی	واصبح مسرورا بطیبۃ راضیا
واصبح لا یخشی ظلامۃ ظالم	بعید ولا یخشی من الناس باغیا
بذلنا الاموال من جل مالنا	و انفسنا عندالوغی والتاسیا

© rasailojaraid.com